"مطالعۂ مکتوبات را لازم گیرند کہ سود مند است"
(دفتر اول مکتوب ۲۳۷)

مکتوباتِ حضرت مجدد الفِ ثانی

شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ السامی

کے

دفتر دوم

کا

اردو ترجمہ

مترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ

ناشر
ادارۂ مجددیہ : ۲/۵، ایچ، ناظم آباد ۳، کراچی

۷۸۶

إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا

مطالعۂ مکتوبات را لازم گیرند کہ سود مند است (مکتوب ۲۳۷/۱)

مکتوبات حضرت مجدد الفِ ثانی

امامِ ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ

کے

دفتر دوم

مسمّٰی بہ

"نور الخلائق"

۱۰۲۸ھ

اردو ترجمہ

مترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

ادارۂ مجددیہ، ناظم آباد ۳، کراچی ۱۸

۶۰/-

ناشر　ادارۂ مجددیہ۔ ناظم آباد ۳ کراچی

مطبوعہ　احمد برادرس پرنٹرس۔ ناظم آباد ۲

تعداد　ایک ہزار

قیمت

ملنے کا پتہ

ادارہ مجددیہ: ۲/۵۔ ایچ۔ ناظم آباد ۳ کراچی

۱۹۹۱ء

مکتوب ۵۴
پنجاہ و چہارم

سید شاہ محمد[1] کی طرف صادر فرمایا —— اس بیان میں کہ آں سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے مراتب و درجات ہیں اور اس کے سات درجے ہیں اور ہر درجے کی دوسرے درجے پر فضیلت اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) —— آں سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت جو دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے وہ کئی درجات و مراتب رکھتی ہے۔

آنحضرتؐ کی متابعت کے درجات

(۱) پہلا درجہ عوام اہلِ اسلام کے لئے ہے۔ یعنی تصدیقِ قلبی کے بعد، اطمینانِ نفس سے پہلے جو کہ درجۂ ولایت سے وابستہ ہے احکامِ شرعیہ کا بجالانا اور سنتِ سنیہ کی متابعت ہے۔ اور علمائے ظاہر عابد اور زاہد حضرات جن کا معاملہ ابھی اطمینانِ نفس تک نہیں پہنچا سب اسی متابعت کے درجہ میں شریک ہیں اور اتباع کی ظاہری صورت کے حاصل کرنے میں سب برابر ہیں۔ اور چونکہ اس مقام میں نفس ابھی کفر و انکار پر ہی اڑا ہوا ہوتا ہے اس لئے یہ درجہ متابعت کی صورت کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ متابعت کی یہ صورت، متابعت کی حقیقت کی طرح آخرت کی کامیابی و نجات اور خلاصی کا موجب اور دوزخ کے عذاب سے بچانے والی اور جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دینے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے نفس کے انکار کا اعتبار نہ کر کے صرف تصدیقِ قلبی پر کفایت فرمائی ہے اور نجات کو اس تصدیق پر وابستہ کیا ہے ؎

میتوانی کہ دہی اشک مرا حُسنِ قبول اے کہ در ساختۂ قطرۂ بارانی را

(اے کہ جو قطرۂ بارش کو بنا دے موتی میرے آنسو کو بھی دے سکتا ہے وہ حُسنِ قبول)

(۲) متابعت کا دوسرا درجہ آں سرور علیہ و علی آلہ الصلـ[illegible]ـۃ والسلام کے ان اقوال و اعمال کی متابعت ہے جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً اخلاق کا درست کرنا، دل و[illegible] عادتوں کا دُور کرنا اور باطنی امراض اور اندرونی بیماریوں کا ازالہ کرنا وغیرہ جو مقامِ طریقت [illegible] ہیں، اور اتباع کا یہ درجہ

---

[1] آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے اور حالات بھی معلوم نہ ہو سکے۔

اربابِ سلوک کے ساتھ مخصوص ہے جو طریقۂ صوفیہ کو شیخِ مقتدا سے اخذ کر کے سیر الی اللہ کی وادیوں اور جنگلوں کو قطع کرتے ہیں۔

(۳) متابعت کا تیسرا درجہ آں سرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان احوال و اذواق اور مواجید کی متابعت ہے جو ولایتِ خاصہ کے مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان اربابِ ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہوں۔ جب مرتبۂ ولایت اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو نفس بھی مطمئنہ ہو جاتا ہے اور طغیان و سرکشی سے باز آجاتا ہے اور انکار سے اقرار میں اور کفر سے اسلام میں آجاتا ہے۔ اس کے بعد جس قدر متابعت میں کوشش کرے گا وہ متابعت کی حقیقت ہوگی۔ اگر نماز ادا کرے گا تو متابعت کی حقیقت بجا لائے گا اور اگر روزہ ہوگا تو اس کا بھی یہی حال ہے، اور اگر زکوٰۃ ہے تو وہ بھی اسی طریقے پر ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس شریعت کے تمام احکام بجا لانے میں "حقیقتِ متابعت" شاملِ حال ہو جاتی ہے۔

سوال: نماز و روزہ کی حقیقت کے کیا معنی ہیں؟ کیونکہ نماز و روزہ مخصوص افعال ہیں اگر ان افعال کو (شارع علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق) ادا کیا جائے تو ان کی حقیقت ادا ہو جائے گی، اس کی صورت کیا ہے اور اس سے زیادہ حقیقت کیا ہے؟

جواب: مبتدی کا نفس چونکہ امارہ ہے لہٰذا بالذات آسمانی احکام کا منکر ہے اور اس سے احکامِ شرعیہ کی بجا آوری ظاہری صورت کے اعتبار سے ہے۔ اور منتہی کا نفس چونکہ مطمئنہ ہو گیا ہے اور اس میں احکامِ شرعیہ کے قبول کرنے کی رضا اور رغبت پیدا ہو گئی ہے لہٰذا اس سے احکام کی بجا آوری حقیقت کے اعتبار سے ہوتی ہے ——— مثلاً منافق اور مسلمان دونوں نماز ادا کرتے ہیں۔ لیکن منافق چونکہ باطن میں انکار رکھتا ہے اس لئے وہ نماز کی صرف ظاہری صورت ادا کرتا ہے اور مسلمان باطنی فرمانبرداری کے باعث نماز کی حقیقت سے مزین ہے لہٰذا صورت اور حقیقت کا اعتبار باطنی انکار و اقرار پر ہے۔
یہ درجہ یعنی اطمینانِ نفس اور اعمالِ صالحہ کی حقیقت کا درجہ　　ولایتِ خاصہ کے کمالات کے حصول کے بعد جو درجۂ سوم سے متعلق ہے حاصل ہو جاتا ہے۔

(۴) (متابعت کا) درجۂ چہارم [illegible] اور پہلے درجے میں اس متابعت کی صورت تھی اور یہاں اس اتباع کی حقیقت ہے۔ اتباع کا یہ درجہ [illegible] علمائے راسخین شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے ساتھ مخصوص ہے۔

جو اطمینانِ نفس کے بعد متابعت کی حقیقت کی دولت سے متحقق ہیں۔ اولیاء اللہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو تمکینِ قلب کے بعد اگرچہ ایک طرح کا اطمینانِ نفس حاصل ہوجاتا ہے، لیکن نفس کو کمال درجہ اطمینان کمالاتِ نبوت کے حصول کے بعد حاصل ہوتا ہے جو کہ وراثت کے طور پر ان کمالات سے علماءِ راسخین کو بھی حصہ حاصل ہے۔ پس علماءِ راسخین نفس کے کمالِ اطمینان کے باعث شریعت کی حقیقت سے جو اتباع کی حقیقت ہے متحقق ہوتے ہیں اور دوسرے کو چونکہ یہ کمالات حاصل نہیں ہوتے اس لئے کبھی وہ شریعت کی صورت سے متلبّس اور کبھی اس کی حقیقت سے متحقق ہوتے ہیں۔

اب ہم علماءِ راسخین کی ایک علامت بیان کرتے ہیں تاکہ ہر ظاہر دان عالم راسخ ہونے کا دعویٰ نہ کرے اور اپنے (نفسِ) امارہ کو مطمئنہ نہ سمجھ بیٹھے ــــــــ عالم راسخ وہ ہے جس کو کتاب و سنت کے متشابہات کی تاویل سے بہت حصہ حاصل ہو اور قرآنِ کریم کی سورتوں کے اوائل میں جو حروفِ مقطعات ہیں ان کے اسرار سے بھی بہرہ در ہو۔ اور متشابہات کی تاویل بہت ہی پوشیدہ اسرار میں سے ہے۔ یہ خیال نہ کریں کہ یہ تاویل "یَدٌ" (ہاتھ) کی قدرت سے کے مانند ہے اور وَجہ (چہرہ) کی تاویل ذات سے کرنے کی طرح ہے، کیونکہ یہ تاویل علمِ ظاہر سے پیدا ہوتی ہے اس کا اسرار سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ ان اسرار کے جاننے والے تو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں، اور یہ رموز اُن کے معاملات سے متعلق اشارات ہیں یا وہ حضرات ہیں جن کو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمائیں ــــــــ

اس درجۂ متابعت کا حصول جو نفس کے اطمینان سے وابستہ ہے اور صاحبِ شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی حقیقت کا وصول ہے کبھی بغیر واسطۂ فنا و بقا اور کبھی سلوک و جذبہ کے توسل کے بغیر میسر ہوجاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات میں سے کچھ بھی درمیان میں نہ آئے اور یہ دولت حاصل ہوجائے۔ لیکن دوسرے راستوں کی نسبت ولایت کی راہ سے اس دولت تک پہنچنا بہت آسان اور اقرب ہے ــــــــ اور وہ دوسرا راستہ اس فقیر کے خیال میں سنتِ سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کا التزام اور بدعت کے اسم و رسم (نام و نشان) سے اجتناب کرنا ہے۔ جب تک بدعتِ حَسَنَہ سے بھی بدعتِ سیئہ کی طرح پرہیز نہ کریں اس وقت تک اس دولت کی خوشبو اس کی جان کے دل و دماغ میں نہ پہنچے گی۔ آج یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ تمام جہان دریائے بدعت میں غرق ہوچکا ہے اور بدعت کے اندھیروں میں

آرام سے ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا دم مارے اور سنت کے زندہ کرنے میں لب کشائی کرے۔ اس زمانے کے اکثر علماء بدعتوں کو رواج دینے اور سنتوں کو محو کرنے میں مشغول ہیں۔ مروجہ بدعتوں کو مخلوق کا تعامل جان کر ان کے جواز کا بلکہ استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر گمراہی عام پھیل جائے اور باطل متعارف و مشہور ہو جائے تو تعامل (بتکلف عمل بنالینا) ہو جاتا ہے۔ مگر (علماء) یہ نہیں جانتے کہ یہ تعامل مطلقاً استحسان کی دلیل نہیں ہے، وہ تعامل معتبر ہے　　جو صدر اول سے چلا آرہا ہے یا تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہوا ہے جیسا کہ فتاویٰ غیاثیہ میں مذکور ہے کہ "شیخ الامام شہید رحمہ اللہ سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم مشائخ بلخ کے استحسان پر فتویٰ نہیں دیتے بلکہ ہم اپنے متقدمین　　اصحاب رحمہ اللہ سبحانہ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں کیونکہ صرف ایک شہر کا تعامل جواز پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ وہ تعامل جواز پر دلالت کرے گا جو صدر اول سے استمرار کے طور پر چلا آرہا ہے تاکہ وہ نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر (ثابت رکھنے) پر دلیل ہو اور لوگوں کے لئے نشانِ راہ ہو، تو یہ حقیقت میں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت ہوگا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر لوگوں کا فعل حجت نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر تمام شہروں کے بکثرت لوگ اس پر عمل پیرا ہوں تو یہ "اجماع" ہو جائے گا اور اجماع حجت ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اگر کچھ لوگ شراب کی تجارت یا سود کے رواج پر تعامل کریں تو ان کے حلال ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔"

اور اس میں شک نہیں کہ تمام مخلوق کے تعامل کا علم اور تمام دیہات و شہروں کا عمل حاصل کرنا انسان کے احاطہ سے باہر ہے۔ باقی رہا صدر اول کا تعامل جو کہ حقیقت میں آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر یعنی "برقرار رکھا ہوا" ہے، اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی طرف راجع ہے۔ اس (تعامل) میں بدعت کہاں اور بدعت حسنہ کیسی؟ ——— اصحابِ کرامؓ کو تمام کمالات کے حاصل ہونے میں صحبتِ خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کافی تھی، اور علمائے سلف میں سے جو حضرات بھی رسوخ کی اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں وہ صوفیہ کے طریقے کو اختیار کئے بغیر اور سلوک و جذبے کے ساتھ مسافت کو قطع کئے بغیر مشرف ہوئے ہیں۔ اور وہ سنتِ سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی متابعت کے التزام اور بدعتِ ناپسندیدہ سے اجتناب کی وجہ سے اس مرتبہ پر پہنچے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰی مُتَابَعَۃِ السُّنَّۃِ وَجَنِّبْنَا عَنْ اِرْتِکَابِ الْبِدْعَۃِ بِحُرْمَۃِ صَاحِبِ السُّنَّۃِ

عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ (یا اللہ! تو ہم کو بحرمۃ صاحب سنت علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت پر ثابت قدم رکھ اور بدعت کے ارتکاب سے بچا) آمین

(۵) متابعت کا پانچواں درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف ان کمالات کا اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم وعمل کا کوئی دخل نہیں بلکہ ان کا حصول خداوند جل سلطانہٗ کے محض فضل واحسان پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے۔ سابقہ درجات کی اس درجے کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں۔ یہ کمالات اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ بالاصالت مخصوص ہیں اور دوسروں کو تبعیت ووراثت کے طور پر حاصل ہیں۔ دیکھئے اس دولت سے کس کو مشرف فرماتے ہیں۔

(۶) متابعت کا چھٹا درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل واحسان پر تھا اسی طرح اس چھٹے حصے میں بھی ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے جو تفضل واحسان سے بالاو برتر ہے۔ متابعت کا یہ درجہ بھی بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ پہلے درجے کے علاوہ متابعت کے یہ پانچ درجے مقامات عروج کیساتھ تعلق رکھتے ہیں اور ان کا حصول بھی صعود پر وابستہ ہے۔

(۷) متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول وہبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ اور متابعت کا یہ ساتواں درجہ سابقہ تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقام میں نزول بھی تصدیقِ قلبی ہے اور تمکینِ قلبی بھی ہے اور نفس کا اطمینان بھی، اور اجزائے قالب کا اعتدال بھی ہے جو طغیان وسرکشی سے باز آگئے ہیں۔ پہلے درجے گویا اس متابعت کے اجزا تھے اور یہ درجہ ان اجزا کے کُل کی مانند ہے ——— اس مقام میں پہنچ کر تابع کو اپنے متبوع کے ساتھ اس قسم کی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا تبعیت وپیروی کا نام ہی درمیان سے اُٹھ جاتا ہے اور تابع ومتبوع (کے احکام) کی تمیز دُور ہو جاتی ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا تابع اپنے متبوع کی طرح جو کچھ حاصل کرتا ہے اصل سے حاصل کرتا ہے، گویا دونوں ایک ہی چشمے سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے ہم آغوش وہمکنار ہیں اور ایک ہی بستر پر شیر وشکر کی طرح ہیں، معلوم نہیں ہوتا کہ تابع کون ہے اور متبوع کون، اور تبعیت کس لے لئے ہے

اتحادِ نسبت میں تغایرِ نسبت کی کچھ گنجائش نہیں۔

عجب معاملہ ہے کہ اس مقام میں جہاں تک غور کی نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے تبعیت کی نسبت کچھ ملحوظ و منظور نہیں ہوتا اور تابعیت و متبوعیت کا امتیاز ہرگز مشہود نہیں ہوتا البتہ اس قدر فرق معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے نبی علیہ و علیٰ جمیع الانبیاء من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا کا طفیلی اور وارث جانتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ تابع اور ہوتا ہے اور طفیلی و وارث اور۔ اگرچہ تبعیت کی قطار میں سب برابر ہیں لیکن تابع میں بظاہر متبوع کا جیلولہ (حائل ہونا) درکار ہے اور طفیلی و وارث میں (متبوع کا) کوئی جیلولہ درکار نہیں ہے۔ تابع (اپنے متبوع کا) پس خوردہ کھانا کھاتا ہے اور طفیلی ضمنی طور پر ساتھ بیٹھ کر کھانے والا ہے غرضکہ جو دولت بھی آئی ہے وہ انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کے لئے آئی ہے اور امتیوں کے لئے یہی سعادت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے طفیل اس دولت سے حصہ پائیں اور ان کا پس خوردہ تناول کریں ؎

در قافلہ کہ اوست دانم نرسم　　این بس کہ رسد ز دور بانگِ جرسم

(قافلے تک کہاں پہنچ ہوگی　　ہے غنیمت سنوں جرس کی صدا)

کامل تابعدار وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو، اور جو شخص بعض درجات میں تو متابعت رکھتا ہو اور بعض میں نہ رکھتا ہو، وہ درجات کے فرق کے اعتبار سے مجمل طور پر تابع ہے۔ علمائے ظاہر پہلے درجے ہی میں خوش ہیں۔ کاش کہ یہ لوگ درجۂ اول ہی کو سرانجام دے لیتے۔ انھوں نے صرف شریعت کی صورت ہی میں متابعت کو موقوف رکھا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور امر کا خیال ہی نہیں کرتے۔ اور طریقۂ صوفیہ کو جو کہ درجاتِ متابعت کے حاصل ہونے کا واسطہ ہے بیکار تصور کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر علماء ہدایہ[1] اور بزدوی[2] کے سوا کسی اور کو اپنا پیر و مقتدا نہیں جانتے ؎

چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں است　　زمین و آسمانِ او ہماں است

(وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے　　وہی اس کی زمین اور آسماں ہے)

حَقَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ بِحَقِیْقَۃِ الْمُتَابَعَۃِ الْمَرْضِیَّۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالْبَرَکَۃُ وَالتَّحِیَّۃُ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَتِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ الْکِرَامِ وَالْمَلَائِکَۃِ الْعِظَامِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اَتْبَاعِھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ۔

[1] شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفیؒ متوفی ۵۹۳ھ کی مشہور تصنیف۔
[2] فخر الاسلام ابو الحسن علی بن محمد بن حسین بزدویؒ کی تصنیف۔